اسلام میں اجتہاد کی اہمیت وافادیت

مولانا محمد مالک کاندھلوی ؒ ☆

نوٹ : یہ مقالہ پنجاب یونیورسٹی میں پندرہویں صدی ہجری کی تقریبات میں پیش کیا گیا،
مقالہ کی افادیت کے پیش نظر قارئین القلم کی خدمت میں پیش ہے۔(ادارہ)

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام علیٰ خير خلقه سيدنا و مولانا محمد و اله و اصحابه اجمعين.

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم.

يا ايهاالذين امنو اطيعواالله و اطيعو ا الرسول و اولى الا مر منكم فان تنازعتم فى شیٔ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تومنون بالله واليوم الآخر ذٰلك خير و احسن تاويلا۔(١)صدق الله العظيم

مسئلہ اجتہاد کی حقیقت

مسئلہ اجتہاد اپنی علمی وفکری وسعتوں کے لحاظ سے اس مختصر بیان میں پیش کیا جانا مشکل ہے تاہم اجمالی طور سے عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ انسانوں کی ہدایت اور دین و دنیا کی سعادت کے لئے خداوند عالم نے پیغمبر مبعوث فرمائے ،آسمانی صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں۔ شریعتیں مقرر ہوئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جو خلافت الہیہ عطا کی گئی تھی۔اس کی تکمیل کیلئے

☆ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور(متوفی 21اکتوبر1988ء)

وحی الٰہی کے ذریعہ سے انسانیت کی رہنمائی ہوتی رہی۔ اسی مقصد ہدایت کیلئے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تک انبیاء دنیا میں آئے۔ اور اللہ کی طرف سے کتابیں اور شریعتیں لائے۔ لیکن یہ تمام پہلی شریعتیں صرف انہی انبیاء، ان ہی قوموں اور انہی زمانوں تک کے واسطوں مخصوص ہوتی تھیں۔ ہر پیغمبر کی بعثت اپنی قوم کیلئے ہوتی رہی، اس کے برعکس آنحضرت ﷺ سید الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا دین، آپ کی شریعت اور آپؐ پر نازل کیا ہوا قانون ہدایت یعنی قرآن کریم تمام عالم کیلئے، تمام اقوام کیلئے اور دنیا کے ہر خطے اور علاقے کیلئے تھا۔ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اللہ رب العزت نے آپ کو ہادی بنا کر بھیجا۔ ظاہر ہے کہ اس لحاظ سے آپ کی شریعت اور دستور کو ایسا ہی جامع ہونا چاہیے تھا جو دنیا کی ہر قوم، ہر خطہ اور دور کیلئے کافی ہو اور اس کی رہنمائی سے قیامت تک آنیوالی نسلیں سعادت و فلاح کی منزلیں طے کرتی رہیں۔

گذشتہ شریعتوں میں ایسی جامعیت کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر نبی کی شریعت اور پیغمبر کی بعثت و نبوت کے بعد دوسرے رسول کی بعثت مقدر تھی۔ مگر جب خاتم الانبیاء مبعوث ہو گئے جنہوں نے سلسلہء نبوت کو ختم فرمادیا اور وہ قصر نبوت جس میں ایک پتھر کی کمی رہ گئی تھی، آپؐ نے اپنی نبوت سے اس قصر نبوت کو مکمل فرمادیا تو ظاہر ہے کہ اب آئندہ نہ کسی وحی کا امکان رہا۔ اور نہ کسی شریعت کی گنجائش رہی۔ بس آپؐ ہی کی شریعت آپؐ ہی کا دستور وہ ہوا جو قیامت تک کے واسطے طے ہو گیا۔ ہر زمانہ اور ہر قوم اور ہر خطہ ارض کیلئے بس وہی کامل دستور حیات رہا۔

اس مرحلہ پر یہ بات یقیناً ذہن میں رکھنی ہو گی۔ کتاب و سنت جو دین اسلام کا دستور ہے وہ بالیقین ایسے اصول اور کلیات کا حامل ہو گا جو تمام عالم کیلئے، زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل رہنما ہو سکے۔

اجتہاد کی ضرورت

دنیا میں حالات بدلتے رہتے ہیں، ہر قوم کا مزاج مختلف ہوتا ہے، نئی نئی ضرورتیں اور جدید تقاضے بھی پیش آتے رہتے ہیں، ہر ہر واقعہ اور پیش آنیوالی حاجتوں اور ضرورتوں کی صراحت کر کے قانونی دفعات کا مرتب کرنا نہ تو ممکن تھا اور نہ ہی مصلحت کے مطابق ہو سکتا تھا۔ اس وجہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے ذریعہ امت کو ایسے جامع اصول اور ضوابط مل گئے جن کے ذریعے ہر جدید ضرورت کا حکم اور ہر قوم کی حاجت اور ہر خطہ میں پیش آنے والے مسائل کا حل ہو سکتا ہے۔

بالفرض اگر یہ ہوتا کہ حالات کی تبدیلی اور پیش آنے والے تقاضوں پر ہر قوم باجماعت اپنی رائے اور غور و فکر کے ذریعے احکام اور قوانین مرتب کرنے لگتی تو دین اسلام کی نہ جامعیت باقی رہتی، نہ آنحضرت ﷺ کی خاتمیت باقی رہتی اور نہ اللہ رب العزت کے اس اعلان کی کوئی حقیقت باقی رہتی :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔(۲)

بلکہ دین اسلام مدعیان عقل کی عقل و فکر اور اغراض و خواہشات کی ایک جولانگاہ بن جاتا اس وجہ سے یہ تو ممکن ہی نہ تھا کہ ہر دور اور قرن میں پیش آنے مسائل اور جدید تقاضوں کیلئے جدید سے جدید شریعتیں مرتب کی جاتی رہیں۔

اجتہاد کی حقیقت

بس طے ہو چکا تھا کہ شریعت وہی رہے گی جو سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ سے لے کر آچکے، وہی قرآن رہیگا، وہی سنت اسوہ رسول رہے گا۔ اسی سے اور اسی کے اصول سے ہر پیش آنے والے مسئلہ کا حل اور ہر قوم اور ہر خطہ کے دینی تقاضوں کو پورا کیا جائے گا۔ فقہاء اسلام کی

اصطلاح میں اسی کا نام اجتہاد ہے کہ نئے نئے پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب و سنت کے اصول سے نکالا جائے گا۔ یہ نہیں کہ بلا کسی بنیاد کوئی ایسا حل تجویز کر دیا جائے جس کی اصل کتاب و سنت نہ ملتی ہو۔ اجتہاد احکام شرعیہ کے استنباط اور تخریج کا نام ہے۔ اجتہاد احکام کی تجویز کا نام نہیں ہے اور نہ مقرر کردہ اصول اور طے شدہ احکام میں ترمیم کا نام ہے۔

اگرچہ دنیا کے آئین اور قوانین میں ترمیم ہوتی رہتی ہے کیونکہ وہ انسانوں کا اپنی فکری صلاحیتوں سے مرتب کردہ قانون ہوتا ہے اور عقل انسانی تمام اطراف اور تمام احوال کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کے بر خلاف قرآن کریم اللہ کی وہ جامع کتاب ہدایت ہے جو قیامت تک کیلئے نازل کی گئی۔ دنیا میں خواہ کتنے ہی انقلاب و تغیر واقع ہوں خواہ طرح طرح کی ایجادات و ترقیات ہوتی رہیں۔ لیکن کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے اصول ان سب پر حاوی، ان کا حل اور ان کا شرعی فیصلہ بھی ہوگا۔

اجتہاد۔ معنی، مفہوم

بہر کیف قیامت تک پیش آنے والے واقعات اگرچہ غیر محدود ہوں گے۔ مگر ان سب کا حل قرآن کریم کے اصول میں رکھا ہوا ہے۔ ایسے نئے نئے واقعات اور احوال کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے نکالنے کا نام اجتہاد و استنباط ہے امام مالک نے ربیعہ سے نقل کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور اس میں حدیث رسول اللہ ﷺ کیلئے جگہ چھوڑ دی اور آنحضرت ﷺ نے بہت سی چیزیں بیان فرمائیں اور ان میں قیاس کیلئے جگہ باقی رکھی۔ تاکہ اجتہاد و استنباط کرنے والے کتاب و سنت کے اصول سے احکام مستنبط کریں۔ (۳)

اصطلاحی مفہوم

اجتہاد شریعت کا ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عقل سلیم اور فہم صحیح کے

ذریعہ احکام شرعیہ ان دلائل واصول سے معلوم کیے جائیں جو قرآن وحدیث سے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ نصوص کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی گہرائیوں میں سے احکام شرعیہ نکال لانے کا نام اجتہاد و استنباط ہوا جیسے زمین کھود کر اس کی تہوں میں سے پانی نکال لیا جائے۔ قرآن حکیم اور ارشادات رسول ﷺ کی تہوں میں علوم و معارف کے ذخیرے چھپے ہوئے ہیں آلات فکریہ سے ان علوم و معارف کو نکالنا اجتہاد کا عمل ہوتا ہے۔

اسی حقیقت کو حق تعالیٰ شانہ نے سورہ ء نساء کی اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

یا ایھا الذین آمنو ا اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسوٰل ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآ خر ذلک خیر و احسن تاویلا۔(۴)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اولوالامر یعنی فقہاو علماء کی پیروی کرو اور اگر تم کسی (ایسی) چیز میں نزاع واختلاف کرو (جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہیں ہے) تو تم اس کو لوٹا دو۔ اللہ اور رسول کی طرف یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں یہ بہتر طریقہ ہے اور اسی کا انجام اچھا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں شریعت کے ادلہ اربعہ کی طرف اشارہ ہے یعنی کتاب و سنت ، اجماع امت اور قیاس۔ اطیعو اللہ میں کتاب اللہ کا ذکر ہے۔ اطیعو الرسول میں سنت رسول اللہ کی طرف اشارہ ہے اور اولو الامر سے اجماع امت مراد ہے اور فان تنازعتم فی شئی میں قیاس کا ذکر ہے۔ یعنی جس چیز کا حکم کتاب و سنت میں نہ ہو اور نہ اجماع امت سے اس کا حکم معلوم ہو تو ایسی صورت میں اس غیر منصوص حکم کو معلوم کرنے کیلئے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ رجوع کا مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں اس کی نظائر تلاش کی جائیں اور اس کی علت میں غور و فکر کیا جائے جب اس درپیش مسئلہ کی نظیر کتاب و سنت میں مل جائے پھر علت میں شرکت بھی ہے۔ اور مماثلت بھی پائی جارہی ہے۔ تو اس غیر منصوص میں وہی حکم جاری کر دو

جو منصوص میں ہے۔(۵)

فان تنازعتم میں تنازع سے مراد باہمی خصومت واختلاف نہیں۔ کیونکہ یہ ایسی چیز ہو تو اس کیلئے سہل علاج یہ تھا کہ یہ فرمادیا جاتا کہ اس نزاع ہی کو ترک کردو۔ بلکہ یہاں تنازع سے مراد اصول شریعت اور دلائل کا باہمی تجاذب اور باہمی اختلاف ہے۔ یعنی درپیش مسئلہ میں ایک دلیل اپنی طرف مسئلہ کو کھینچ رہی ہے۔ اور اس پر مرتب ہونے والا حکم اور ہے۔ اور دوسری دلیل مسئلہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے جس پر حکم اس کے برعکس مرتب ہوتا ہے تو اس طرح دلائل کا تجاذب یہ تنازع ہے جس کو اس آیت میں بیان فرمایا جارہا ہے۔ تو ایسی صورت میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف مسئلہ کو لوٹایا جائے گا کہ جو دلائل کتاب و سنت سے زیادہ قریب ہیں، اسی کو مجتہد اختیار کرتے ہوئے فیصلہ کرے گا۔ اس موقع پر ایک مثال کے ذریعہ اجتہاد کی حقیقت کو واضح کیا جا سکتا ہے۔

اجتہاد کی مثال

صدیق اکبرؓ کے خلافت پر فائز ہونے کے بعد مانعین زکوٰۃ کا فتنہ تھا، حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ایک گروہ نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا اور دعویٰ یہ کیا کہ آنحضرتؐ کے بعد کسی کو زکوٰۃ لینے کا حق نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔

واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ۔ یعنی خدا کی قسم میں ضرور ان لوگوں سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں کہ نماز کی فرضیت کو تسلیم کریں مگر زکوٰۃ کا انکار کریں۔ اس پر عمر فاروقؓ کو اشکال ہوا اور فرمایا۔ کیف تقاتل الناس وقد قال رسول الله ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الٰه الا الله و انی رسول الله فاذا قالوا ذلك فقد عصموا منی دمائھم و اموالھم الا بحق الاسلام و حسابھم علی الله۔(٦) کہ آپ کیونکر ان لوگوں سے قتال کریں گے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے

میں کافروں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں، جب تک کہ اس بات کی گواہی نہ دے لیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں۔ اور جب یہ اقرار کرلیں تو یہ لوگ میری طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے۔ بجز حق اسلام کے۔ اور ان کا حساب اللہ کے حوالہ ہوگا تو اس مسئلہ مانعین زکوٰۃ سے قتال میں عمر فاروق کو اس دلیل کی بنا پر اختلاف ہوا کہ یہ لوگ توحید ورسالت کا اقرار کرنے والے ہیں پھر کیسے قتال کیا جاسکتا ہے۔

ابو بکر صدیق کی نظر دوسری دلیل پر تھی وہ یہ کہ ارشاد رسول رسول اللہ ﷺ میں اگرچہ اقرار کرلینے والوں سے قتال روک دینے کو فرمایا گیا ہے اور جان ومال کا تحفظ ان کو دیا گیا لیکن اس تحفظ سے اسلام کا حق مستثنیٰ ہے۔ یعنی اگر حقوق اسلام کسی حق مثلاً قصاص یا رجم ہے۔ یا کسی کے مال کا تاوان عائد ہے تو ایسی صورت میں یہ تحفظ باقی نہ رہے گا۔ تو اس صورت سے ابتداء میں یہ اختلاف ومنازعت کی صورت پیدا ہوئی۔ عمر فاروق کے سامنے کلمہ گو ہونے کی دلیل قتال سے روک رہی تھی اور صدیق اکبر کی نظر وحسابہم علی اللہ کے استثناء پر تھی یعنی اس قانونی اہم نکتہ پر تھی کہ تحفظ جان ومال سے ایسے لوگ مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا ان سے قتال درست ہے یہ نکتہ چونکہ اصل سنت رسول سے تائید وتقویت حاصل کررہا تھا۔ جب صدیق اکبرؓ نے اس موقف پر پختگی کے ساتھ اس کا اعادہ فرمایا تو عمر فاروق کے قلب میں بھی اس نکتہ کی حقیقت واضح اور راسخ ہوگئی۔

چنانچہ فرمایا۔ حتیٰ شرح اللہ صدری للذی شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق۔ میں بار بار صدیق اکبرؓ سے مراجعت کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے میرا دل بھی اسی چیز کیلئے کھول دیا جس کیلئے صدیق اکبرؓ کا دل کھولا تھا اور میں نے سمجھ لیا کہ وہی حق ہے تو اس مثال سے واضح ہوگیا کہ مجتہدین کا تنازع اس طرح دلائل کے متجاذب ہونے کی بنا پر ہوتا ہے کہ ایک دلیل حکم کا ایک رخ بتاتی ہے تو دوسری دلیل حکم کا دوسرا رخ تجویز کررہی ہے۔

حجیت اجتہاد

قرآن حکیم بار بار امم سابقہ اور معذبین اقوام کے حالات کا ذکر کر کے فرماتا ہے فاعتبروا یا اولی الا بصار (۷) یعنی عبرت حاصل کرواے نگاہ والو مراد یہ ہے کہ سوچو جن پر عذاب خداوندی واقع ہوا اس کی علت کیا ہے ؟۔ ظاہر ہے وہ ان کی نافرمانی ہے، بس سمجھ لو اگر تم نے بھی اسی طرح نافرمانی کی تو تم پر بھی ویسا ہی عذاب آئے گا۔ یعنی جب علت مشترک ہے تو یقیناً حکم بھی دونوں جانبوں میں برابر ہو گا۔ شیخ جلا الدین سیوطی نے اسی آیت سے قیاس کی حجیت پر استدلال فرمایا ہے۔ اور یہ کہ قیاس کی حقیقت یہ ہے علت کی شرکت سے اصل کا حکم نظیر میں جاری کر دیا جائے۔ (۸)

حضرت معاذ بن جبلؓ کو نبی کریم ﷺ نے جب یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر روانہ فرمایا۔ دریافت فرمایا۔ تم فیصلے کس طرح کرو گے۔ جواب دیا کتاب اللہ سے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے۔ عرض کیا پھر اللہ کے رسولؐ کی سنت سے فیصلے کروں گا۔ فرمایا اگر تم کو وہ چیز حدیث میں بھی نہ ملے تو پھر کیا کرو گے تو جواب دیا میں اپنی رائے اور اجتہاد سے استنباط کروں گا۔ اور اس میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑوں گا یعنی محنت و کوشش سے اس واقعہ کا فیصلہ کتاب و سنت کے اصول و قوانین کے ماتحت کروں گا۔ یہ نہیں کہ خود رائے سے جو دل میں آئے۔ اس کو بطور فیصلہ نافذ کر دوں گا۔ آنحضرت ﷺ اس جواب پر بہت خوش ہوئے فرط مسرت سے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسولؐ کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی۔ جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔ (۹) حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرمایا۔ رائے اور قیاس کی دو قسمیں ہیں ایک محمود اور دوسری مذموم نے محمود تو وہ ہے جو اصول و قواعد کے مطابق ہو۔ اور اس کا ماخذ کتاب و سنت ہو اور جو رائے محض ظن اور تخمین پر مبنی ہو کتاب و سنت کے اصول کی رعایت نہ ہو تو وہ رائے مذموم ہے۔ (۱۰)

حافظ ابن تیمیہؒ کی اس موضوع پر ایک مستقل کتاب القیاس فی الشرع الاسلامی ہے۔ اس میں بھی موصوف نے قیاس کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک قیاس صحیح اور دوسرا قیاس فاسد اس کی مثال میں فرمایا۔ مشرکین کا یہ قیاس ہے۔ انما البیع مثل الربوا۔ کہ بیع بس ربوا ہی کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ منصوص کے خلاف ہے۔ (۱۱)

قیاس، مظہر حکم

الغرض وہ اجتہاد جس کی بنیاد کتاب و سنت اور اصول شریعت ہوں وہ معتبر اور حجت ہے۔ اور جو فتویٰ قیاس شرعی کی رو سے دیا جائے گا۔ وہ شرعی فیصلہ ہوگا اور اس کا اتباع شریعت ہی کا اتباع کہا جائے گا۔ جیسے کسی عدالت سے قانونی نظائر اور شواہد کی بنا جاری شدہ حکم حکومت ہی کا فیصلہ شمار کیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر تمام فقہا اور اصولیین یہ فرمایا کرتے ہیں قیاس مثبت حکم نہیں بلکہ مظہر حکم ہے۔ قاضی ابن رشد اندلسی جن کو یورپ والے مسلمانوں کا سب سے بڑا فلسفی خیال کرتے ہیں اور انہوں نے امام غزالی کی کتابوں پر فلسفیانہ اصول سے جرح بھی کی ہے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ خدائے برحق نے ہم کو اپنی سچی کتاب میں جابجا قیاس اور استدلال کا حکم دیا اور اس کے طریقہ پر توجہ دلائی اور ہر چیز کو عقل سے دریافت کرنے پر آمادہ کیا۔ (۱۲)

مگر یہ بات ظاہر ہے کہ عقل ایک بینا آنکھ کی طرح ہے۔ اور ہر بینا آنکھ اپنے نور بصیرت اور قوت بینائی کے ساتھ باہر کے نور کی بھی محتاج ہے۔ اگر باہر کا نور نہ ہو تو بینا آنکھ کچھ نہیں دی سکتی۔ بالکل اسی طرح یہ حقیقت ہے کہ انسانی عقل اجتہاد و استنباط کے میدان میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے دلائل اور اصول کی رہنمائی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ قرآن کریم تمام احکام شرعیہ بلکہ گذشتہ تمام شریعتوں کا مجموعہ ہے اور جملہ مسائل کو جامع ہے احکام شریعت پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت میں بعض احکام اس قسم کے ہیں جو نص کی واضح عبارت یا اشارہ اور دلالت سے مفہوم ہوتے

ہیں یا وہ مجمل ہوتے ہیں کہ بغیر بیان کے مفہوم نہیں ہو سکتے۔ اول قسم کے احکام کے فہم میں عوام و خواص بشر طیکہ وہ اہل لغت اور اہل لسان ہوں یعنی عربی لغت سے واقف اور عربی اسلوب زبان کے ماہر ہوں سب برابر ہیں۔ دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو الفاظ کی دلالت اور اشارات ولوازم تعبیر سے مفہوم ہوتے ہیں تو ان کے سمجھنے کے لئے اجتہاد و استنباط کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ ائمہ مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہے۔ احکام کی تیسری قسم جو مجمل ہیں ان کا فہم اور ان پر عمل بغیر شرح وبیان ممکن نہیں تو ان کی توضیح وتشریح وحی الٰہی نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ کی۔ کیونکہ ان پر مطلع ہونے کا ذریعہ پیغمبر خدا کے بیان کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ تو قسم دوم کے احکام اجتہادی ہوئے کہ ان کو قیاس شرعی کے ذریعے سے معلوم کیا گیا۔ اور قسم سوم کے احکام سنت رسول اللہ ﷺ کے مصداق ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے احکام کو ظاہر کیا۔ اسی طرح اجتہاد بھی احکام شرعیہ کو ظاہر کرتا ہے گویا سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام خداوندی ہوئے۔ یہ درست ہے کہ ان دونوں میں عظیم فرق ہے سنت رسول چونکہ وحی الٰہی ہے اس لئے خطاء اور چوک کا امکان نہیں۔ بر خلاف اجتہاد کے کہ اس میں صاحب اجتہاد کی رائے اور قوت فکریہ کو دخل ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں خطا کا احتمال ہے۔ (۱۳)

عقل انسانی کی حقیقت

ائمہ متکلمین میں ایک جلیل القدر محقق علامہ علاء الدین طوسی (م: ۸۸۷ھ) نے سلطان محمد فاتح کے حکم سے جو کتاب حکماء کے رد میں لکھی تھی اس کے مقدمہ میں یہ بتلایا ہے کہ ہماری عقل بہت سی اشیاء کی حقیقت دریافت کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ بلکہ بڑے بڑے حکماء محسوسات کی ہیئت معلوم کرنے سے عاجز ہو جاتے تو ہم کو چند ایسے امور کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہئے۔ جن کی باریکیوں کو اگرچہ ہم نے خود نہیں سمجھا مگر خدا کے رسولؐ نے ہم کو ان کی خبر دی جن کی صداقت پر سینکڑوں آیات بینات گواہی دے رہی ہیں کیا ہماری آنکھوں نے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا جن کو وہ دیکھ سکتی ہیں یا ہمارے کانوں نے ان تمام آوازوں کو سن لیا۔ جن کو وہ سن سکتے ہیں یا ہمارے ہاتھوں نے ان تمام

چیزوں کو چھولیا جن کو وہ چھو سکتے ہیں۔ یا ہماری زبان نے ان تمام الفاظ کو ادا کر دیا ہے جن کو ہم ادا کر سکتے ہیں۔ الغرض جب ہمارے ان حواس اور ان قوتوں نے اپنے مقدورات کو پورا پورا احاطہ نہیں کیا تو پھر کیا وجہ ہے ہماری عقلی قوت کو اپنی ساری معلومات پر کامل تصرف اور قبضہ حاصل ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ ذات وصفات خداوندی اور اس کے احکام میں یہ تصرف کرنے لگے۔"

اس بنا پر یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اجتہاد واستنباط کے میدان میں تنہا عقل ہی مسائل دین حل اور طے کر سکے گی۔ اگر اجتہاد یعنی قوت عقلیہ وفکریہ کے استعمال میں اصول شریعت کو نظر انداز کر دیا گیا تو پھر یہ تو احکام شریعت میں اجتہاد ہونے کی بجائے اسلام کے ساتھ جہاد ہو جائے گا۔

حضرات فقہاء اصول قرآن وحدیث ہی سے ہمارے مسائل کا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ ایک روز اعمش کی مجلس میں حاضر تھے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیے۔ اعمش نے ابو حنیفہؒ سے کہا۔ تمہاری ان مسائل میں کیا رائے ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ان سب مسائل کے جواب بتائے۔ تو اعمش نے پوچھا تم نے یہ فیصلے اور احکام کہاں سے اخذ کیے۔ ابو حنیفہؒ نے جواب دیا فلاں فلاں حدیث کی رو سے جو آپ نے مجھ سے روایت کی ہے میں نے ان مسائل کا حل ان ہی کے ذریعے کیا ہے۔ اعمش نے اس جواب پر خوش ہوتے ہوئے کہا یا **معشر الفقهاء انتم الا طباء نحن الصياد.** کہ اے گروہ فقہاء حقیقت میں آپ ہی لوگ اطباء ہیں اور ہم محدثین تو بمنزلہ عطاء یعنی داؤں کا ذخیرہ رکھنے والوں کے مانند ہیں۔

شرائط اجتہاد

ا۔ علوم عربیہ کا ماہر

فقہاء اسلام نے شرائط اجتہاد میں سب سے اول شرط یہ بیان کی ہے کہ صاحب اجتہاد علوم عربیت یعنی لغت صرف ونحو اور فن بلاغت کا ماہر ہو۔ کیونکہ قرآن وحدیث عربی ہے۔ اور جب تک آدمی عربی زبان سے واقف نہ ہو اسلوب زبان اور اصول صرف ونحو کا ماہر نہ ہو تو وہ اصل کلام کی مراد ہی سمجھنے

سے قاصر رہے گا چہ جائیکہ وہ اجتہاد واستنباط کے مراحل طے کرنے لگے۔ فن طب اور ڈاکٹری میں وہی شخص دخل دے سکتا ہے جو فن کے اصول اور اس کے تمام متعلقات کی پوری بصیرت رکھتا ہو۔ یہ بات ناقابل تصور ہو گی کہ اس فن کو باقاعدہ حاصل کیے بغیر کوئی شخص کسی ترجمہ میں چند دواؤں کا ذکر اور ان کا خواص دیکھ کر مریضوں کا علاج اور ان کے طبی مسائل حل اور فیصلے کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ ان تمام علوم میں مہارت کے بغیر کلام عربی کی دلالت نہیں سمجھی جا سکتی۔

۲۔ علوم قرآن وحدیث کا ماہر

دوسری شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اقوال صحابہ وتابعین پر پوری طرح مطلع ہو۔ حتیٰ کہ آیات قرآنیہ قرآت متواترہ اور شاذہ اور روایات واحادیث کی سندوں کی صحت وضعف کو بھی جانتا ہو۔ کیونکہ احکام کا استنباط آیات کلام اللہ کی قرآت متواترہ اور احادیث صحیحہ سے ہی ہوا کرتا ہے۔ تو وہ شخص جو حدیث کی قوت وضعف اور صحت وعدم صحت کا علم نہ رکھتا ہو وہ کیونکر احکام کا استنباط کر سکے گا۔ اسی کے ساتھ اس کو روایان حدیث کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا علم ہو۔ اس لئے کہ احادیث کی سندوں کا دارومدار روایان حدیث کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے ہی پر ہے پھر صحابہؓ اور تابعین کے اقوال پر عبور ہو وہ اس لئے کہ یہ حضرات کتاب وسنت کے سب سے پہلے مخاطب ہیں تو ان کا فہم، ان کا بیان و تشریح اور ان کا تعامل احکام شریعت میں بنیاد کا درجہ رکھتا ہے۔ ان کی تشریحات وتحقیقات سے کتاب و سنت کی مراد واضح ہو سکے گی۔ ان کے تعامل ہی کو منہاج یعنی طریقہ عمل اور شارع کی غرض سمجھا جائے گا۔ اس وجہ سے درپیش مسائل کا حل اور ان کا شرعی فیصلہ ان چیزوں میں مہارت کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔

۳۔ فہم وفراست

تیسری شرط فہم وفراست اور علوم وقرآن وحدیث میں ذہانت وذکاوت حاصل ہونا ہے کیونکہ بسااوقات انسان باوجود اہل لسان ہونے کے بھی کلام کے اسرار ونکات اور اغراض ومقاصد پر بغیر قرآنی فہم

اور علوم الٰہیہ میں بصیرت کے مطلع نہیں ہو سکتا۔ ہم دن رات اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں ہمارے کلام کی اصل مراد ہمارے وہ بہت سے مخاطب نہیں سمجھ سکتے جو ذکاوت اور تدبیر کا وصف نہ رکھتے ہوں۔ تو ظاہر ہے بغیر اس وصف کے قرآنی اصول اور سنت رسولؐ کے دلائل سے کوئی شخص مسائل کا حل اور فیصلے کیسے کر سکتا ہے۔

۴۔ تقویٰ وطہارت

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ شخص صاحب تقویٰ ہو۔ نفس کے تقاضوں اور اغراض وخواہشات سے متاثر ہونے کا اس کے متعلق احتمال نہ ہو۔ کیونکہ بغیر تقویٰ اور قلب کی طہارت کے وہ مسائل کے حل میں اپنی فکری صلاحیتوں کو صحیح رخ کی طرف متوجہ نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح صاحب غرض اور خواہشات نفس میں پڑنے والا انسان ہر بات میں اپنی اغراض وخواہشات اور اپنے خیالات ہی کی تکمیل کا ارادہ کرے گا۔ اسی عیب کے باعث تو انسان اصل شریعت ہی کو مسخ کر دیتا ہے جس کی مثال بنی اسرائیل کی وہ تمام ملحدانہ اور تحریف دین کی حرکتیں ہیں جن کو قرآن کریم نے بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ مسائل کا حل وہی شخص صحیح کر سکے گا۔ جو ایمان و تقویٰ سے متصف ذاتی اغراض اور نفس کی خواہشات سے پاک ہو ورنہ تو وہ اصل احکام ہی کو اپنی خواہشات کے لئے آلہ کار بنانے لگے گا۔

۵۔ طریقہ اجتہاد سے واقفیت

پانچویں شرط اجتہاد واستنباط کے طریقوں اور ان کے اقسام اور شرائط استنباط اور اس کی صحت و فساد سے بھی واقف ہونا ضروری ہے چونکہ اجتہاد و استنباط احکام کتاب و سنت سے ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے عبارتی انواع واقسام کا ماہر ہو اور سمجھ سکتا ہو کہ اس میں کون سی آیت نص ہے کون سی ظاہر ہے اور کون سی مجمل ہے، کون سی مفسر ہے، کون سی محکم اور کون سی متشابہ ہے ان سب تعبیرات کے انداز اور طرز کو جانتا ہو اس لئے ضروری ہے کہ درپیش مسائل کے حل کے لیے ان تمام امور کو ملحوظ رکھے یقیناً اس کے بغیر کوئی فقیہ صحیح شرعی فیصلہ ہی نہیں کر سکتا۔ یہ تمام تفصیلات

اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں اس مختصر بیان میں ان کی وضاحت مشکل ہے۔

نص سے متصادم اجتہاد

بہر حال اجتہاد کے لئے پانچ بنیادی شرائط ہیں۔ پھر ان شرائط کی پوری رعایت کے بعد یہ دیکھا جائے گا کہ صاحب اجتہاد کے فیصلے سے شریعت کے طے کردہ اصول میں سے کسی کا رد تو لازم نہیں آتا۔ یا یہ فیصلہ کسی آیت قرانیہ یا حدیث رسول ﷺ کے منافی تو نہیں ہے یا اس سے دین کے اغراض و مقاصد پر کوئی زد تو نہیں پڑتی۔ یا یہ صحابہؓ کے تعامل اور فقہاء امت کے اجماع کے تو خلاف نہیں اگر درپیش مسائل کا ایسا کوئی حل سامنے آئے کہ اس سے نص شریعت کے اصول پامال ہوتے ہیں یا وہ صریح نص قرآنی اور حدیث نبویؐ کے خلاف ہے یا اس سے شریعت کے اغراض و مقاصد فوت ہوتے ہیں یا صحابہ کا تعامل اس کے خلاف یا فقہا امت کا اجماع اس کے خلاف ہے تو اس طرح کا اجتہاد مسائل کا شرعی حل نہ ہوگا بلکہ دین کی تحریف اور اس کا مسخ کرنا ہوگا اور ایسے اجتہاد سے دین کی عظمت وافادیت اور جامعیت کے برعکس دین کی بیخ کنی ہوگی اور ایک نئی شریعت کی تدوین ہوگی۔

الحمد للہ کتاب وسنت میں ایسے جامع اصول موجود ہیں کہ قیامت تک پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل ان سے نکل سکتا ہے اگر ہم چاہیں تو بغیر کسی مجبوری اور پریشانی کے قرآنی ہدایات اور سنت نبویؐ کی روشنی میں ہر مشکل سے مشکل مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ سطحی طور پر بعض واقعات اور مسائل کی الجھن محسوس کرتے ہوئے ایسا کوئی فیصلہ کر دینا جن سے اغراض دین پر زد پڑے یا نصوص شریعت کا ابطال لازم آئے، درست نہیں ہے۔ شریعت کے اصول میں لچک کا تصور تحریف دین کا دروازہ کھولتا ہے اس لئے اس کے بجائے درپیش الجھن اور مشکل دور کرنے کی کوشش چاہئے۔ اس سے بچنے کے لئے شریعت کے قانون سے ذرہ برابر انحراف ہرگز گوارہ نہ کیا جائے۔

شریعت کے اصول ایک ہموار سطح ہیں اگر ہمارے مسائل کی ناہمواری ان اصول پر ان کو

منطبق نہیں ہونے دیتی تو جائے قوانین شریعت میں کھود کرید کرنے کے خود ان مسائل کی سطح ہی کو درست اور ہموار کرنا چاہیئے۔ الغرض دین کی بنیاد نصوص شریعت ہیں۔ قیاس واجتہاد ان کے تابع ہو گا۔ نہ یہ کہ اجتہاد سے ان میں کوئی تبدیلی کی جائے۔ امام ابو حنیفہؒ جو فقہائے امت کے امام، مقتدیٰ و پیشوا ہیں۔ اور اجتہاد و قیاس کے ذریعہ انہوں نے کتاب و سنت سے ہزاروں مسائل واحکام مستنبط فرمائے۔ لیکن کسی بھی اجتہاد سے انہوں نے کسی حدیث کے خلاف یا اس سے مختلف فیصلہ نہیں فرمایا۔ بلکہ بہت سے مواقع وہ ہیں ان کے قیاسی اصول اور اجتہاد ایسا حکم ثابت کر سکتا تھا کہ جو حدیث کے خلاف ہو تو انہوں نے اپنا قیاس ہی ترک کر دیا اور حدیث پر عمل فرمایا۔ مثلاً روزہ کی حقیقت کھانے پینے سے پرہیز کرنا ہے، صبح صادق سے غروب تک، روزہ کی یہ حقیقت ازروئے اجتہاد اس امر کو چاہتی ہے کہ کوئی شخص خواہ قصداً اور ارادۃً کھائے پیئے یا بھول کر، دونوں حالتوں میں روزہ کی حقیقت باطل ہو جانی چاہیئے۔ مگر اس وجہ سے کہ حدیث میں آنحضرتؐ سے یہ بات وارد ہو چکی۔ بھول کر کھانے والے کا روزہ برقرار رہے گا اسکو تو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے تو امام صاحبؒ اپنے قیاس کو ترک فرما کر حدیث ہی کے مطابق قول اختیار کیا کہ ایسے شخص کا روزہ فاسد نہ ہو گا پھر یہ کہ نسیان اور خطا میں فرق تھا اس وجہ سے اس حکم کو صرف نسیان تک محدود رکھا خطا میں یہ حکم نہیں جاری فرمایا (۱۴) فکری اجتہاد اور استدلال عقلی سے کسی بھی فقیہ و امام نے شریعت کے مقرر کردہ احکام میں کبھی کوئی ترمیم نہیں کی۔ اور جن لوگوں نے یہ طرز اختیار کیا وہ اتباع سنت سے محروم ہوئے شریعت کے اصول اور بنیادی نظریات کے خلاف اپنے فکری نظریات کو دین بنایا۔ اور اس طرح شریعت کو بھی بگاڑا اور خود ہی صراط مستقیم سے بھٹکنے والے ہوئے۔

اجتہاد کا غلط استعمال

قدیم تاریخ سے اس قسم کی مثال معتزلہ کی ملتی ہے انہوں نے عقلی استدلالات کو نصوص پر فوقیت دی جس کا نتیجہ یہ نکلا دین کے بہت سے اصول ٹھکرا دیئے، احادیث کو ترک کیا۔ مسائل اعتقادیہ میں کتاب وسنت سے طے شدہ اصول کے منکر ہو گئے اسی طرح ایک فرقہ مرجئہ بھی عقلیت کے فریب

میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوا۔ فرقہ جہمیہ بھی اسی علت کے باعث اصول دین کا منکر ہوا۔ مرجئہ نے غلو کیا۔ تو حق تعالیٰ کے لئے جسمانیت کو ثابت کر ڈالا۔ ان کے بالمقابل معتزلہ فرقہ نے منطقی دلائل کی رو میں بہہ کر صفات خداوندی ہی کا انکار کر دیا۔ یہ سب فرقے عقل کے فریب خوردہ تھے۔ جنہوں نے اپنے رنگ میں اپنے اجتہادات سے بہت سے احکام شریعت کا انکار کیا۔ دین کے اصول مسلمات کو روک دیا۔ بہت سی حدیثوں اور ارشادات رسول کی خلاف ورزی ہوئی۔ پھر خود ایسے نظری اور استدلالی الجھنوں میں پھنسے کہ نکلنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہا۔ ان تفصیلات کے لئے ابن حزم کی الملل والنحل قاضی عضدالدین کی شرح مواقف اور امام الحرمین کی کتاب اشارات الحرم شیخ ابو منصور ماتریدی اور ابوالحسن اشعری کے اصول ملاحظہ فرمائے جائیں۔ قیاس کی صحت و فساد کے اصول فخر الاسلام بزدوی نے اپنی کتاب اصول بزدوی میں بیان کر دیئے ہیں۔

تاریخ کے اس قدیم دور کے بالمقابل اجتہادی غلطیوں کا ایک دور بعد کی تاریخ میں دور اکبری ملتا ہے یہاں بھی کچھ مدعیان فکر نے اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو ایک نیا دین تیار کرنے کے لیے صرف کیا۔ تاریخ کے قدیم اور جدید کے ہر دو ادوار نے یہ واضح کر دیا کہ اجتہاد کا رخ جب بھی محض قوائے فکریہ کی طرف ہوا تو اس اجتہاد نے ان کو صراط مستقیم سے بھٹکا کر گمراہی کی دلدل میں پھنسا دیا شریعت نے اجتہاد کو مسائل اور شرعی مشکلات کا حل بے شک مانا ہے لیکن وہ اجتہاد جو اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والوں کا ہو، وہ اجتہاد جو اصول و قواعد کے مطابق ہو، وہ اجتہاد جو کتاب و سنت کی روشنی میں ہو۔

ایسے صالح اور درست اجتہاد سے آج ہم اپنے تمام درپیش مسائل حل کر سکتے ہیں۔ اسی سے ہم مسلم معاشرہ کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ اس کے ذریعہ ہمارا معاشی، اقتصادی اور عدالتی نظام اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق اور مقاصد شریعت کا محافظ ہو سکتا ہے۔

حق تعالیٰ ہمیں اپنی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

مراجع

۱۔ ۴ :النساء :۵۹

۲۔ ۵ :المائدہ :۳

۳۔ شاطبی، الموافقات، ج ۴ :ص ۱۱۷

۴۔ ۴ :النساء :۵۹

۵۔ رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) ج ۱۰ :ص ۴۳، ۴۵

۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، ج ۲ :ص ۱۳۱، باب وجوب الزکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ

۷۔ ۵۹ :الحشر :۲

۸۔ سیوطی، جلال الدین،

۹۔ ابو داؤد، کتاب السنن، ج ۳، ص ۳۰۳، کتاب الاقضیہ، باب فی اجتہاد الرائی فی القضاء۔

۱۰۔ ابن قیم الجوزی، اعلام الموقعین، ج ۳ :ص ۸۳

۱۱۔ ابن تیمیہ، القیاس فی الشرع الاسلامی

۱۲۔ ابن رشد اندلسی، فلسفہ ابن رشد، ص ٦

۱۳۔ مجدد الف ثانی، احمد سرھندی، مکتوبات، مکتوب نمبر ۵۵، دختر دوم

۱۴۔ ابن امیر الحاج، کشف الاسرار، ج ۲ :ص ۳۸۴، ۸۵ ابن امیر الحاج کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ دوسرے فقہاء کی طرح خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے، قطع نظر اس کے کہ اس حدیث کا راوی فقیہ ہے یا غیر فقیہ جب کہ ابو ہریرۃ کی اس حدیث کی وجہ سے امامؒ نے قیاس کو چھوڑ دیا حالانکہ ابو ھریرۃ کا شمار غیر فقیہ صحابہ میں ہوتا ہے۔